

## گلگت میں شادی بیاہ کی رسومات کا شرعی جائزہ

### *A Shari'a Review of Marriage Rituals in Gilgit*

**Muhammad Abbas**

MS Scholar, Deptt. Islamic Studies; HITEC University Taxila

Email: [abbasgilgiti9000@gmail.com](mailto:abbasgilgiti9000@gmail.com)

ORCID: <https://orcid.org/0009-0001-2112-7639>

**Dr. Farhadullah**

Associate Professor, Department of Islamic Studies, KUST Kohat

Email: [farhadullah@hitecuni.edu.pk](mailto:farhadullah@hitecuni.edu.pk)

ORCID: <https://orcid.org/0000-0002-7911-1250>

#### **Abstract:**

The religion of Islam is a complete code of life and a religion of nature, in which human nature, the customs and traditions of each region have been taken into account. Many cultural and social practices that our values do not allow us to adopt, we unthinkingly accept these practices based on implementation, generation after generation. While adopting the lifestyle of the influential classes in the society, we forget the example of "The people are on the path of their rulers". These methods, through our traditions and thoughts cannot be declared correct in the light of Islamic teachings. Therefore, in every region, such customs and beliefs are seen in abundance, which are based on other religions and religious perspectives that influence the thinking of an individual and thinking of Muslims in the subcontinent in different areas of time and place, rather than the Islamic style. Now, it is necessary to adopt these rituals in the light of Qur'an and Sunnah and to consider the moderate aspect in them. In this paper, we will discuss the marriage rituals in Gilgit areas in the light of Islamic laws.

#### **Keywords:**

Customs, Quran, Hadith, Religious Doctrines and Traditions, Non-Religious Practices

تمہید:

ہر قوم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رسم و رواج کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور کسی بھی قوم کی تہذیب و ثقافت، اخلاق و عادات، مذہبی عقائد، ذہنی رجحانات اور طرز معاشرت پر ان کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ کسی قوم کے ترقی یافتہ یا زوال پذیر ہونے میں رسوم و رواج کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ رسم و رواج پر عمل پیرا ہونے میں ان

کی اچھائی اور برائی پر غور نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو اختیار کرنے میں اندھی تقلید کی جاتی ہے، اس لیے لوگ ان کے خلاف ہر کام کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ خوشی کے موقع پر معاشرے میں پائے جانے والی رسومات کو علمائے کرام نے وقتاً فوقتاً اپنے موقف میں پیش کیا ہے، رسومات پر شرعی اعتبار سے لکھنے والوں میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، محمد شفیع اوکاڑوی اور کئی دیگر علماء و دانشور شامل ہیں۔<sup>1</sup>

شادی انسانی زندگی اور نسل کی بقا کا ذریعہ بھی ہے اور حکم الہی اور سنت نبوی ﷺ بھی۔ اس عمل کے ذریعے جہاں گھر بستے ہیں، خاندان ترتیب پاتے ہیں، زندگی کی اہم ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہاں یہی مصائب عمل انسانی معاشرے کو کئی قباحتوں سے محفوظ بھی رکھتے ہیں۔ ہر علاقے میں شادی بیاہ کے مقاصد پر ایک طرح کے اجماع کے باوجود اس کے انداز اور رسوم و رواج میں ایک واضح فرق ہے یعنی ہر علاقے کے اپنے اپنے رواج کے مطابق یہ عمل ترتیب پاتا اور اختتام پذیر ہوتا ہے۔ رسم و رواج کسی بھی خطے کی پہچان ہوتے ہیں کسی خطے کی طرز ثقافت کی طرح اس کے رسوم و رواج بھی منفرد ہوتے ہیں۔ خطہ گلگت بھی اپنی ایک منفرد ثقافت اور رسم و رواج رکھتا ہے۔ مختلف مواقع پر چاہے وہ خوشی کے ہوں یا غمی کے مختلف قسم کے رسم و رواج مروج ہیں۔ ضلع گلگت میں پائے جانے والی رسم و رواج میں یکسانیت کے باوجود قدرے فرق بھی پایا جاتا ہے۔ وقت کی رفتار کے ساتھ رسم و رواج بھی تبدیل ہو رہے ہیں۔ پرانی رسوم کی جگہ کچھ نئی رسوم لے رہی ہیں اور دیہی علاقوں میں کہیں اب بھی پرانی رسوم زندہ ہیں لیکن شہروں میں سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی بدولت پرانے رسم و رواج کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور شادی بیاہ کے طور طریقے نیا ڈھنگ اختیار کر رہے ہیں۔ جہاں کھانا زمین پر بیٹھ کر منڈلوں کی صورت میں کھایا جاتا تھا اب اس کی جگہ کھڑے ڈرنے لے لی ہے غرض یہ کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق رسومات کو بھی ڈھالا جا رہا ہے۔

### موضوع کی ضرورت و اہمیت:

معاشرے کا حصہ ہونے کے ناطے انسان کو مختلف قسم کے افراد کے ساتھ تعلق واسطہ پڑتا ہے۔ انسان کو معاشرتی زندگی گزر بسر کرنے کے لیے دوسرے افراد کے ساتھ تعلقات استوار رکھنے ہوتے ہیں، تاکہ وہ معاشرے کے رسم و رواج سے مطلع رہے۔ انسان کو جہاں خوشی کے مواقع دیکھنے کو ملتے ہیں وہاں انسان کو رنج و غم کے واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالیہ دور میں مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں مختلف قسم کی رسومات میں پھنسا ہوا ہے۔ مگر مسلمانوں کو زیادہ مشکلات میں مبتلا کرنے والی رسومات تین طرح کی ہیں۔ پیدائش سے متعلق، شادی بیاہ سے متعلق اور فوتگی سے متعلق رسمیں شامل ہیں۔ پہلی قسم کی دونوں رسمیں خوشی کے عنوان سے اور تیسری قسم غم کے عنوان سے انجام دی جاتی ہے، گویا خوشی اور غمی ہر دو قسم کے مواقع رسم و رواج کے نذر ہو گئے حالانکہ مسلمانوں کی کوئی حالت

چاہے خوشی کی ہو یا غمی کی شریعت کے تقاضوں کے مطابق گزارنا ضروری ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق شادی بیاہ کا اصل طریقہ کونسا ہے، اس کا خیال شادی کے موقع پر کسی کو نہیں آتا ہے اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا دستور العمل کیا رہا ہے، دین صرف نماز، روزہ تک محدود نہیں بلکہ شادی بیاہ بھی عبادت اور دینی امر ہے۔ ان جیسے امور میں بھی آپ ﷺ کی اسوہ کی تقلید لازمی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾<sup>2</sup>

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

آج اس اسوہ حسنہ کو ترک کرنے کی بنا پر خود ساختہ طریقے اور رسوم و رواج کو دین و شریعت کی جگہ دے دی گئی ہے۔ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ".<sup>3</sup>

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ہر بات سے بہتر اللہ کی کتاب ہے اور ہر چال سے بہتر محمد ﷺ کی چال ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

المختصر یہ کہ شادی بیاہ کی رسومات کا ایک طویل سلسلہ ایسے مواقع پر دیکھنے کو ملتا ہیں، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ شادی بیاہ کے مروجہ طریقہ کار کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی کی صورت میں معاشرے پر ان رسومات کے مضر اثرات کو واضح کیا جائے، لہذا مجلہ ہذا اسی سعی کی طرف ایک قدم ہے۔ حالیہ دور میں اسلامی تہذیب و ثقافت پر باطل کی یلغار اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ اسلامی تہذیب و ثقافت کو بقا فراہم کرنے کے لیے اس کی حقیقی تعلیمات بنی نوع انسان تک پہنچائی جائیں تاکہ وہ قوتیں جو اپنی مستعار اقدار کے بل بوتے پر ناموری اور شہرت کی صف اول میں شامل ہونا چاہتی ہے وہ اپنی سعی مذموم میں کامیاب نہ ہو سکیں اور عالم انسانیت ترقی اور کامیابی کی منازل دین الہی کی روشنی میں طے کر سکے۔

### رسوم کی لغوی و اصطلاحی تعریفات:

رسوم عربی زبان کا لفظ ہے، اور یہ رسم کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی نقش و نشان کے ہیں۔ لسان العرب میں رسم کی لغوی بحث یوں کی گئی ہے۔

1- "الرسم الأثر وقيل بقية الأثر".<sup>4</sup>

یعنی بقایا نشان کو رسم کہا جاتا ہے۔

2۔ "رسم الدار؛ ما كان من آثارها صفا بالأرض".<sup>5</sup>

جس کے آثار زمین سے ملے ہوئے ہوں اسے کہا جاتا ہے رسم الدار یعنی گھر کے نشانات۔

3۔ "الرواسم: كتب كانت في الجاهلية".<sup>6</sup>

جاہلیت کی لکھی گئی تحریر کو کہتے ہیں۔

4۔ "رسمت الناقة ترسم رسيما، أثرت في الأرض من شدة وطنها".<sup>7</sup>

جب اونٹنی اپنے روندھنے کی وجہ زمین پر نشانات چھوڑے تو اس وقت "رسمت الناقة" کہا جاتا ہے۔

القاموس المحيط میں رسم کی لغوی تعریف یوں کی گئی ہے:

"الرسم ذكية تدفن في الأرض أو أثر وبقية، أو ما لا شخص له من الآثار ارسم

ورسوم وترسم نظر إليها ورسم الغيث الديار عفاها وأبقى أثرها صفا بالأرض"<sup>8</sup>

رسم اس پاکیزہ چیز کو کہتے ہیں جسے زمین دفن لے یا اس کا مطلب ہے وہ اثر جو باقی رہ جائے یا

ایسی چیز جس کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہ رہے۔ اس کی جمع رسم اور رسوم آتی ہے۔

ترسم کا مطلب ہے "نظر إليها" اور "رسم الغيث الديار" کا مطلب ہے بارش نے علاقے

کے نشانات مٹا دیئے اور اس کے اثرات جو زمین کے ساتھ چپے ہوئے ہیں انہیں باقی رکھا۔

رسم کے مجازی معنی دستور، قانون یا رواج کے ہیں۔<sup>9</sup>

**رسوم کی اہمیت:**

رسوم و رواج کسی معاشرے اور قوم کی اجتماعی زندگی کی تصویر پیش کرتے ہیں اور کسی قوم کسی معاشرے کے طرز

معاشرت پر ان کا اثر بہت قوی ہوتا ہے، قوموں کے عروج و زوال میں بھی رسم و رواج اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

شاہد حسین رزاقی نے اپنی کتاب پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج میں لکھا ہے:

"ہر قوم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رسم و رواج کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور اس کی

تہذیب و ثقافت اخلاق و کردار، مذہبی عقائد ذہنی رجحانات اور طرز معاشرت پر ان کا بہت

گہرا اثر پڑتا ہے۔ کسی قوم کے ترقی یافتہ اور خوشحال یا زوال پذیر اور ہلاکت زدہ ہونے میں رسم

ورواج کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں اور کسی معاشرے کو نئے سانچوں میں ڈھالنے کیلئے

رسم و رواج کی اصلاح ناگزیر ہو جاتی"۔<sup>10</sup>

رسوم کے مفہیم:

معاشرے کے ارتقاء کے ساتھ ہی انسانی ضروریات نے جنم لینا شروع کیا جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی انسان کی حوائج ضروریہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ انسان نے اپنے روزمرہ کے معمولات چلانے کے لئے کچھ قوانین مرتب کیے جو آہستہ آہستہ روایات بن گئے اور رسم و رواج نے جنم لینا شروع کر دیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ رسم و رواج میں تبدیلی آنے لگی، پھر دنیا کے مختلف خطوں میں رسم و رواج کے مختلف رنگ دکھائی دینے لگے اور پھر یوں ہوا کہ یہی رسم و رواج قومیت کی پہچان بن گئے۔ خوشی اور غمی کے موقع پر ان کا باقاعدہ اظہار بھی ہوتا ہے۔

قرآن و سنت میں نکاح کی ترغیب:

نکاح ایک انفرادی تمدنی ضرورت ہے جسے تمام معاشروں نے تسلیم کیا ہے لیکن قرآن و سنت نے اس پہلو کے علاوہ اسے اخلاق اور دینی ضرورت بھی قرار دیا ہے اور اسکے قیام پر بہت شدت سے عمل کرایا ہے۔ قرآن مجید نے اسے سنت قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾<sup>11</sup>

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے۔  
دوسری جگہ یوں ارشاد ہے:

﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾<sup>12</sup>

ترجمہ: اور ان کے ماسوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئیں ہیں تاکہ تم اپنے اموال کے بدلے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور تم انہیں اپنے نکاح میں لاؤ نہ کہ محض آزاد شہوت رانی کیلئے۔

مندرجہ ذیل بالا آیات نکاح کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اس فریضے کو بجالانے پر زور دیتی ہیں۔

نبی پاک ﷺ کے مختلف ارشادات اور آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ اس معاملہ میں ہماری بھرپور رہنمائی کرتا ہے، حدیث میں شادی و نکاح کو نصف دین کہا گیا ہے۔

"إذا تزوج العبد فقد أكمل نصف الدين فليتق الله في النصف الباقي".<sup>13</sup>

ترجمہ: جس شخص نے شادی کر لی اس نے ایمان کے نصف حصے کی تکمیل کر لی ہے۔ پس باقی نصف کے بارے میں وہ اللہ سے ڈرے۔

شادی اگرچہ دو نفوس کا انفرادی معاملہ ہے لیکن معاشرے پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ یوں کہ کسی معاشرے کی تعمیر و ترقی اور فلاح بہبود کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاشرہ ہر قسم کی برائیوں سے پاک ہو، شادی نوع انسانی کی دونوں صنفوں کو بدکرداری سے بچاتی ہے۔

### گلگت میں رشتہ سے متعلق رسوم میں ذات برادری کا خیال :

پرانے وقتوں میں شادیاں عموماً لوگ اپنے اپنے خاندان میں کرتے تھے۔ گلگت میں شین، بشکن، ڈوم اور کمین بڑے چار خاندان ہیں جو کہ ایک دوسروں کے خاندان میں شادی کرنے کو عار سمجھتے تھے لیکن آج کل خاندانی شادیوں کے علاوہ دیگر خاندانوں میں شادیاں کرنے کا رواج عام ہے۔ ماضی میں طلاق کے معاملات بہت کم ہوتے تھے۔ تاہم ماضی میں طلاق کی صورت میں جرمانے مقرر تھے یہ جرمانے بھی بارہ تولے کے برابر تھے۔ اگر کسی عورت کو کسی مرد سے علیحدہ کرنا ہوتا تو خلع کا سہارا لیا جاتا جس میں عورت اپنے حق مہر سے دستبردار ہو جاتی جو کہ شرعی طریقہ ہے۔<sup>14</sup>

اسلامی نقطہ نگاہ سے ذات پات، حسب و نسب اور رنگ و ادب کا امتیاز نہیں ہے۔ ذات پات، رنگ و نسل، کالے گورے کا کوئی فرق نہیں ہے، تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾<sup>15</sup>

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

تاریخ اسلام میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جب ذات پات سے باہر نکل کر صرف اخلاق و کردار کی وجہ سے رشتہ و تعلق جوڑا گیا۔

### والدین، لڑکا اور لڑکی کی رضامندی :

گلگت میں رشتہ والدین کی رضامندی سے طے پاتے ہیں۔ یہاں پیشہ ور رشتہ کرانے والوں کا رواج نہیں بلکہ عزیز واقارب اور دوست احباب مناسب اور موزوں رشتہ کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔ یہ بذریعہ سروے معلوم کیا گیا ہے بہر حال اس معاشرے میں رشتے عموماً بڑوں کی پسند اور مرضی سے ہوتے ہیں۔ لڑکیوں کی طرف سے ہر طرح اختیار ان کے بزرگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ پہلے وقتوں میں رشتہ کرتے وقت لڑکا اور لڑکی کی رائے یا مرضی معلوم نہیں کی جاتی تھی لیکن موجودہ صورت حال پہلے وقتوں سے بہت زیادہ ہی مختلف ہے۔ گو کہ بعض خاندانوں میں اب بھی رشتہ مکمل طور پر ماں باپ کی مرضی سے ہوتا ہے لیکن زیادہ تر لوگ اس کار خیر میں لڑکے اور لڑکی کی مرضی کو بھی وقعت دینے لگے ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلے لڑکے سے بات چیت کی جاتی ہے۔ اگر وہ کہیں اپنی پسند کا اظہار کر دیتا

ہے تو پھر والدین سوچ و بچار کے بعد وہاں بات چلاتے ہیں لیکن اگر لڑکا اپنی پسند اور رائے پہلے سے ظاہر نہیں کرتا تو پھر ماں، باپ اپنی پسند سے اور لڑکے کی اجازت سے رشتہ کی تلاش شروع کر دیتے ہیں آج کل لڑکی والے بھی رشتہ دیتے وقت اب لڑکی کی رضامندی معلوم کرنے لگے ہیں چنانچہ بذریعہ سروے معلوم کیا گیا ہے کہ اب رشتے کی بات پکی کرنے سے پہلے لڑکے اور لڑکی کی رائے بھی حاصل کرنے رواج عام ہو رہا ہے۔

شریعت مطہرہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جوڑوں کا انتخاب ان کی مرضی اور رائے کے ساتھ کرنا چاہیے ان سے تبادلہ خیال اور ان کی منشا معلوم کر لینی چاہیے یہی حکم نبی کریم ﷺ کی ارشادات سے بھی ملتا ہے۔ شریعت مطہرہ میں والدین کی رضامندی کے ساتھ ساتھ لڑکا اور لڑکی کی رضامندی کا ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔

### رشتہ کے لیے تحریک (کوشش)

بذریعہ سروے معلوم ہوا ہے کہ رشتہ ہمیشہ لڑکے والے طلب کرتے ہیں اور خواہ حالات کیسے بھی ہوں، لڑکی والے اپنے منہ سے رشتہ کرنے کی خواہش کا اظہار کرنے میں پہل نہیں کرتے کیونکہ ایسا کرنا کمزوری بلکہ بعض اوقات بے غیرتی کی نشانی سمجھی جاتی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ایسا کر کے ساری عمر اپنی بیٹی کے لیے طعنے مول لینے کی بات ہے۔

شریعت مطہرہ میں رشتہ کے لئے تحریک (کوشش) لڑکی کی جانب سے بھی ثابت ہے، چنانچہ حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِي مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَطَّارُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتَ الْبُنَانِيَّ، يَقُولُ: كُنْتُ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعِنْدَهُ ابْنَةُ لَهُ، فَقَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَاكَ فِي حَاجَةٍ.<sup>16</sup>

ترجمہ: حضرت ثابت بنانی سے روایت ہے کہ میں حضرت انس بن مالک کے پاس تھا جب کہ ان کی ایک بیٹی ان کے پاس موجود تھی، حضرت انس نے فرمایا ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ کو مجھ سے نکاح کی ضرورت ہے؟

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی تحریک لڑکی کی طرف سے بھی جائز ہے۔

دور نبوت سے پہلے اور بعد میں نکاح کا پیغام بھیجنے کے لیے لڑکے یا لڑکی والوں کی کوئی قید نہیں تھی، جیسا کہ مذکورہ روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو نکاح کے لیے پیش کیا، اور ایسے ہی دونوں (لڑکا، لڑکی) کے درمیان عمر کی بھی کوئی قید نہ تھی۔ اُس دور میں صرف اور صرف دین کو دیکھ کر نکاح کا پیغام بھیجا جاتا تھا لیکن گلگت میں نکاح کا پیغام بھیجنے سے پہلے لڑکے والوں کا سٹیٹس (حالات) اور اونچے خاندان کو دیکھا جاتا ہے اور اونچے خاندان والوں سے رشتہ کر کے فخر محسوس کیا جاتا ہے۔

### شادی کی عمر:

پہلے زمانے میں شادی جلدی کر دی جاتی، چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ تاہم لڑکی کی شادی کرنے میں جلدی کی جاتی تھی اور تیرہ یا چودہ سال کی عمر میں اس کی شادی کر دی جاتی اور بچیوں کی پڑھائی کی طرف کوئی زیادہ توجہ نہیں دی جاتی تھی بلکہ لڑکیوں کو تعلیم دلانے کو عار سمجھا جاتا۔ آج کل کے دور میں بھی بعض گاؤں ایسے ہیں جن میں لڑکیوں کی تعلیم حاصل کرنے کو عار سمجھا جاتا ہے بلکہ انہیں گھریلو کاموں میں ماہر بنانے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے بذریعہ سروے معلوم کیا گیا ہے کہ پہلے زمانے میں کم عمری (بالغ ہوتے ہی) کی شادیوں کا رواج تھا، اب یہ رواج ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ لوگوں کا لڑکوں کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کی طرف رجحان بھی بڑھتا جا رہا ہے اور پہلی ترجیح پڑھائی کو دی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگ تعلیم مکمل ہونے پر ہی بچیوں کی شادیوں کا سوچتے ہیں اور اپنے تعلیم یافتہ بیٹے کے لیے تعلیم یافتہ بہو تلاش کرنے میں ان کا کافی وقت صرف ہو جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے بچے اور بچیوں کی شادی کی عمر کا آغاز بالغ ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ حسب ضرورت وقت پر شادی کرنا واجب ہے۔ شریعت نے لڑکے اور لڑکیوں سے متعلق ان کے ولی، والدین، سرپرستوں اور پرورش کرنے والوں پر ان کی شادیاں کر دینے کا ایسا اخلاقی فریضہ عائد کیا ہے کہ جب ان کی عمر شادی کو پہنچ جائیں تو ان کی شادیاں کرنے میں دیر نہ کریں۔ انہیں کوئی ایسا موقع نہ ملے کہ وہ خفیہ طور پر ایسا گناہ کر بیٹھیں کہ جس سے خاندان داغدار ہو اور کوئی شرمناک واقعہ پیش آجائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

"مَنْ وَلَدَ لَهُ وَلَدًا فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدْبَهُ، فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِمْنًا، فَإِنَّمَا إِمْنُهُ عَلَى أَبِيهِ" <sup>17</sup>

ترجمہ: جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا اچھا سا نام رکھا جائے۔ حُسن ادب اور اچھی تعلیم دی جائے اور جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دی جائے لیکن اگر بالغ ہو گیا اور اس کی شادی نہیں کی گئی اور وہ گناہ کر بیٹھا تو اس کے گناہ کا وبال اس کے باپ پر عائد ہو گا۔

مندرجہ بالا روایت بچوں اور بچیوں کی شادی کے سلسلے میں زور دیتی ہے، چونکہ اگر لاپرواہی کے نتیجہ میں کوئی غلط کام ان سے سرزد ہو گیا تو اس کی ذمہ داری والدین اور سرپرستوں پر ہوگی۔ والد کو بیٹے کے گناہ میں بطور توبخ اور تشدید کے شریک ٹھہرایا ہے جبکہ اس کے پاس کوئی شرعی عذر نہ ہو تو والد کو ڈرانے کے لیے یہی فرمایا۔

#### رشتہ طلب کرنے کا طریقہ کار:

زیادہ تر والدین خود ہی لڑکی کو پسند کرتے اور گاؤں کے کسی بزرگ کو لڑکی والوں کے ہاں رشتہ طلب کرنے کیلئے بھیجتے ہیں۔ جب لڑکی والے راضی ہوتے تو دعا پڑھی جاتی ہے۔ لٹھا (جسے جملی کہتے ہیں کے ساتھ) سوئی دھاگہ اور ساتھ چھری یا چاقو لڑکے والوں کو دیتے۔ اس چھری کا مطلب یہ تھا کہ وعدہ پکا ہو گیا اگر وعدہ توڑا گیا تو اس کا فیصلہ چھری کرے گی اور کپڑے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ خلاف ورزی کی صورت میں یہ وعدہ کرنے والے یعنی لڑکے کے باپ کا کفن ہو گا۔ سوئی اور لٹھے کی صورت میں یہ مطلب لیا جاتا کہ اب بدلہ صرف لڑکے کے باپ یا بھائی یا جس نے رشتہ دینے سے انکار کیا اس سے لیا جائے گا اور اسے سوئی سے سی کر کفن پہنایا جائے گا۔ دیگر لفظوں میں بعض دفعہ یہ رسم نسلی تصادم پر منتج ہوتی ہے، اور خونی واقعات کے لاشا ہی سلسلے شروع ہوتے ہیں۔ اگر کوئی لڑکا یا لڑکی اپنے کپڑوں کو غصے میں آکر پھینک دے تو اس وقت اگر ماں بھی غصے سے بے قابو ہو جائے، مائیں آج بھی ان کو ان الفاظ میں بددعا دیتی ہے کہ

"خدا اس آنہ تھی جملی تھروٹ"

یعنی خدا کرے یہ کپڑہ تمہارا کفن ثابت ہو۔

منگنی کے سلسلے میں ضلع گلگت کے اندر ایک اور رسم "لبن پھیونک" بھی تھی جو عموماً بچپن میں ہی انجام دی جاتی تھی۔ دامن چاک کرنے کو شازبان میں "لبن پھیونک" کہتے ہیں اس کے مطابق مطلوبہ بچی کے دامن کو معمولی سا چاک کیا جاتا اور یہ عمل والدین کی موجودگی میں کیا جاتا اور والدین سے کہا جاتا کہ آپ کی یہ بچی ہمارے فلاں بیٹے کی ہو گئی، اس پر لڑکی کے والدین ضرور حامی بھرتے کیونکہ انکار کر کے وہ فریق ثانی کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاتے اور فریقین اس طرح کے قول و قرار پر کار بند رہتے۔ البتہ چلاس اور اس کے گرد و نواح میں لڑکی کے سر سے چند بال (چونی) نکال کر کہتے کہ یہ لڑکی ہمارے فلاں لڑکے سے منسوب ہوئی۔<sup>18</sup>

شریعت مطہرہ میں رشتہ طے ہونے کے بعد کی تمام تر مذکورہ بالا رسوم کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ دامن چاک کرنا اور بچی کے سر کے بال کی چونی نکال کر والدین کو رشتہ دینے پر پابند کرنا یہ ساری جاہلیت کی رسومات ہیں جن سے اجتناب کرنا چاہیے۔

### رشتہ سے پہلے لڑکے اور لڑکی کی قابلیت جانچنا :

پرانے وقتوں میں بعض لوگ اپنی بیٹی دینے سے قبل یعنی بات پکی کرنے سے پہلے لڑکے کو جانچ پرکھ لیتے تھے۔ اس مقصد کیلئے وہ لڑکے کو اپنے ہاں مدعو کرتے اور اس سے بات کر لیتے اور تسلی کر لیتے اس کے بعد اس کی خاطر تواضع ہوتی اور لڑکے کو آزمائش کے طور پر گدھے کے اوپر سامان باندھنے کے لیے کہا جاتا، اگر وہ مضبوطی کے ساتھ گدھے پر سامان باندھتا تو اسے سمجھدار اور قابل سمجھا جاتا اور اگر سامان باندھنے کا فن نہیں جانتا تو اسے نالائق سمجھا جاتا۔ گدھے کے اوپر سامان باندھنے والی رسم کو مقامی زبان میں "ٹوکون بار" کہا جاتا ہے۔ آج کل یہ رسم تقریباً ناپید ہو چکی ہے۔ لڑکی کو آزمانے کا طریقہ کاریوں تھا کہ اس کے راستے میں کوئی چیز (چاقو، چپل) پھینک دی جاتی تھی اگر وہ اس چیز کو سنبھالنے کی غرض اٹھالے تو اسے سمجھدار سمجھا جاتا تھا اور اسے امتحان میں کامیاب قرار دیا جاتا۔ اسی طرح لڑکی کی آزمائش میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ اس کو آلو چھیلنے کے لیے دیا جاتا، اگر آلو کو مہارت سے صرف جھیلے ہی چھیلتی تو اس لڑکی کو سمجھدار سمجھتے اور اگر جھیلکے چھیلنے سے آلو بھی ضائع کرتی تو اس لڑکی کو نالائق سمجھا جاتا اس کے علاوہ ماضی میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ سر میں جویں تلاش کروا کر بھی لڑکی کے سمجھدار ہونے کا پتہ لگا لیا جاتا۔<sup>19</sup>

ذکر کردہ ساری رسومات جاہلانہ ہیں، شریعت کی تعلیمات میں ایسی کوئی رسم نہیں ملتی، یہ اسلامی تعلیمات کے منافی افعال ہے کیونکہ اگر ان رسومات کو بنیاد بنا کر کسی لڑکی کا رشتہ اگر مسترد کر دیا جائے تو اس فیصلے سے لڑکی کو بڑا دکھ پہنچے گا۔ ساری زندگی اپنوں سے طعنے ملتے رہیں گے کہ لڑکے والوں نے اسے نالائق سمجھ کر رشتہ مسترد کر دیا اور ایسے ہی لڑکے کو نالائق سمجھ کر رشتہ قبول نہ کیا جائے تو دوستوں اور رشتہ داروں سے لڑکے کو ہمیشہ طعنے ملتے رہیں گے لہذا ایسے تمام تر رسومات سے اجتناب کرنا چاہیے، جن کو بنیاد بنا کر کسی کی دل آزاری کی جائے۔

**دلہن کے گھر مہندی لے جانا (شر ونگ):**

پہلے وقتوں میں شادی سے ایک دن پہلے مہندی کی رسم ادا کی جاتی تھی شازبان میں مہندی کو "شر ونگ" کہتے ہیں۔ دولہا والے مہندی لیکر دلہن کے گھر جاتے جس میں دولہا اور دولہن کے علاوہ دیگر افراد بالخصوص خواتین بھی اپنے ہاتھوں پر مہندی لگایا کرتی تھیں۔ دولہا کے دوست اس کی چھوٹی انگلی پر مہندی لگواتے اور چادر کے نیچے دولہا کو لا کر رسم مہندی ادا کرتے۔ مہندی والے دن کا ایک الگ لباس ہوتا ہے، دلہن کا لباس پیلا ہوتا ہے اور دولہا کے لباس میں پیلے رنگ کی قمیص اور نیلا شلوار ہوتا ہے جسے مقامی زبان میں (چُنیری) کہا جاتا ہے۔ مہندی والے دن عورتیں دیر

تک فلمی دھنوں کی تھاپ پر ناچتی ہیں پہلے مقامی زبان (شنا) کے گانوں پر مقامی انداز میں ناچ کی محفلیں لگتی تھیں لیکن اب بڑے ڈیک وغیرہ پر فلمی انداز میں ناچا جاتا ہے۔<sup>20</sup>

دلہن کو مہندی لگانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن دور حاضر میں مہندی کی رسم جن لوازمات کے ساتھ ادا کی جاتی ہے شرعاً ممنوع ہے،<sup>21</sup> اور زمانہ جاہلیت کے رسوم میں سے ہیں اس کے علاوہ یہ رسم ہندو واندہ تہذیب کی تقلید ہے۔ اس موقع پر ہمارے لوگوں میں ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس محفل میں دولہا اور دولہن کو مہندی لگائے رسم کے ساتھ ساتھ رقص و سرور کی محفل کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان رسومات کی وجہ سے سفید پوش افراد کے لیے شادی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان جیسی تقریبات و محافل کا انعقاد کرنا اور لوگوں کو مدعو کرنے میں فضول خرچی و بے حیائی پائی جاتی ہے۔ لہذا مذکورہ رسم شرعاً جائز نہیں ہے۔ مہندی لگانا عورت کے لئے درست ہے بلکہ اس کے لئے مخصوص ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کو مہندی لگائے، چاہے شادی کا موقع ہو یا اس کے علاوہ ہو۔

#### تواریکھنے کی رسم (رسم تاؤ):

رسم تاؤ کو پرانے زمانے میں لوگ نیک شگون سمجھتے تھے۔ رسم تاؤ کے تمام اعمال سے پاکیزگی کا اظہار ہوتا تھا یہ رسم مہندی والے دن یعنی شادی سے ایک دن پہلے ادا کی جاتی۔ شازبان میں رسم تاؤ سے یہ رسم موسوم ہیں۔ یہ رسم گلگت اور غدر میں کہیں کہیں اب بھی موجود ہے اس رسم کی ادائیگی کے دوران دولہا کے گھر تمام رشتہ دار یکجا ہوتے اور دوست احباب بھی مدعو کیے جاتے۔ یہ لوگ قیمتی تحائف یا نقد رقم اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ساتھ لاتے اور اسے دولہا یا اس کے سر پرست کو دیتے۔ مقامی لوگوں میں یہ رسم پندر کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ رسم مقامی روایتی گھر میں جس کی چھت پر ایک بڑا "روزن" ہوتا اور گھر کے عین وسط میں دیسی چولہا ہوتا ہے جس پر تاؤ رکھ کر روٹیاں پکائی جاتی اور حسب ضرورت چائے سالن وغیرہ بھی اسی چولہے پر پکائے جاتے تھے اور یہ رسم رات کو ادا کی جاتی تھی۔ اس موقع پر مرد کا تو ہاتھوں میں اٹھا کر چولہے کے گرد ناچنے کو رسم تاؤ کہا جاتا ہے اور ناچنے والا شخص چولہے کے گرد ناچتے ہوئے تو ہاتھوں پہ اٹھا کر تین چکر پورے کرتا ہے جس کے بعد تو چولہے پر رکھا جاتا تھا۔ یہ رسم ادا کرتے وقت سارے مرد مل کر ناچتے تھے اور پھر ایک بچی سے جس کے والدین زندہ ہوں تین چھوٹی چھوٹی روٹیاں تیار کروا کر توے پر ڈلوائی جاتی۔ ان روٹیوں کے پکنے کے بعد ان پر گھی ڈال کر لقمے تقسیم کر کے کھائی جاتی اس طرح کچھ ان لقموں سے مستفید ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام اعمال نیک شگون کا تصور دل سے سرانجام دیئے جاتے تھے۔ توے پر روٹی پکانا اور چولہا جہاں روٹی پکتی ہے کے گرد نیاز مندانه طواف کرنا گھر بسانے کے حوالے سے نیک

شروعات خیال کئے جاتے ہیں۔ تو ناچ ایک خاص دھن پر ناچا جاتا تھا۔ شادی کو شازبان میں "گر" کہا جاتا ہے اور شادی کے موقع پر گایا جانے والے گیت کو گرئی گائے کہتے ہیں اس موقع پر رسم تاؤ کے گیت گائے جاتے تھے۔ اس رسم میں سب سے پہلی بات یہ سامنے آگئے کہ اس رسم کو لوگ نیک شگون کے طور پر ادا کرتے۔ شریعت مطہرہ کی رو میں نیک فال جائز بلکہ مستحسن ہے۔ نبی کریم ﷺ سے قولاً و عملاً نیک فال لینا ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

«لَا طَيْرَةَ، وَخَيْرُهَا الْفَأَلُ» قَالُوا: وَمَا الْفَأَلُ؟ قَالَ: «الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ»<sup>22</sup>

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی نحوست نہیں ہے اور شگون میں بہترین نیک شگون ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا نیک فال کیا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ تم میں سے کوئی سنتا ہے یعنی اچھی مراد لیتا ہے۔

جہاں تک رسم تاؤ کی تقریب کو رات کو منایا جانا اور جو لوگ شادی کی تقریبات کا انعقاد بھی رات کے وقت کرتے ہیں، اس کی حکمت یہ تھی کہ ملازمت اور کاروبار کرنے والے حضرات اپنے اپنے مصروفیات سے فارغ ہونے کے بعد شادی میں شرکت کر سکے لیکن یہ رواج نہایت قبیح ہے جو کہ آج کل ہمارے معاشرے میں عام ہو چکی ہے۔ رات کے وقت کی تقریبات میں غالباً شیطانی فلسفہ معلوم ہوتا ہے کہ رات کی تاریکی میں لائٹس اور چراغوں کا جو بہار نظر آتا ہے وہ دن کی روشنی میں ممکن نہیں۔

نبی کریم ﷺ کے متعلق آتا ہے کہ:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا"<sup>23</sup>

ترجمہ: آپ ﷺ عشاء سے پہلے سونا اور بعد از عشاء باتیں کرتے رہنا، ناپسند فرماتے۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جب عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تو بطریق اولیٰ ان تقاریب میں ہونے والی فضولیات اور لغو باتوں سے ہمیں اجتناب کرنا چاہیے۔

بارات کی روانگی:

پرانے وقتوں میں رسم تاؤ کے دوسرے دن یعنی شادی والے دن صبح یا شام کے وقت بڑی دھوم دھام سے باراتیوں کو گھوڑوں پر سوار کرا کر روانہ کیا جاتا۔ دلہن کے گھر کی طرف پہلے زمانے میں باراتیوں کے ساتھ عموماً بیس سے چالیس لوگ جاتے تھے لیکن آج کل یہ تعداد چالیس سے تقریباً کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ پہلے لوگ بارات میں

گھوڑوں کا استعمال کرتے اور بعض علاقوں میں گھوڑوں کی سہولت بھی میسر نہ ہونے کی وجہ سے باراتیوں کے ساتھ دولہا کو پیدل لے جاتے تھے۔

بارات کے متعلق نبی کریم ﷺ کی ایک روایت ہمیں ملتی ہے جس سے بارات کے بارے میں تصور ملتا ہے۔ حضرت خدیجہ کی شادی کے موقع پر مکہ مکرمہ کے تقریباً چالیس افراد حضرت خدیجہ کے گھر آپ ﷺ کی طرف سے گئے تھے۔ حضرت خدیجہ نے ان باراتیوں کو کھانا کھلایا تھا۔<sup>24</sup>

نکاح کے لیے لڑکی والوں کے گھر بارات لے جانا جائز ہے لیکن یہ سلسلہ کم ہونا چاہیے تاکہ لڑکی والوں پر زیادہ بوجھ نہ ہو اور وہ آسانی سے باراتیوں کی مہمان نوازی کر سکیں۔

### رسم تمبک (نشانہ بازی)

گلگت اور اس کے مضافات چکر کوٹ، ڈموٹ سٹی، پڑی بنگلہ، اور چھمو گڑھ کے علاقوں میں جب بارات والے دلہن کے گھر جاتے تو اس موقع پر ایک خاص رسم رسم تمبک کا ضرور اہتمام کیا جاتا جس میں دلہن والوں کی طرف سے ایک اونچی جگہ درخت یا پہاڑی کی چوٹی پر ڈنڈوں کو گاڑھ کر ڈنڈوں کے اوپر کوئی نشانہ رکھا جاتا جو کہ غبارہ نما ہوتا اور پھر اسے بندوق کے ذریعے نشانہ بنایا جاتا اسے تمبک کی رسم کہتے ہیں دراصل یہ دلہن والوں کی طرف سے دولہے والوں کیلئے ایک چیلنج ہوتا کہ اگر آپ اس کو نشانہ بنائیں گے تب ہی آپ کو دلہن لے جانے کی اجازت ہوگی۔ بارات والے باری باری اس تمبک کو نشانہ بناتے۔ اس لیے زیادہ تر لوگ تمبک کی رسم کے لیے خصوصی طور پر ماہر نشانہ بازوں کو ساتھ لیکر جاتے تاکہ وہاں نشانہ بازی میں ناکام ہو کر شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور کامیاب نشانہ باز کیلئے کھانے کے دوران گوشت سے خصوصی طور پر نوازا جاتا۔ بعض دفعہ دولہا اور دلہن والوں کے درمیان کشتی کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ بازی جیتنے والے کو خصوصی انعام سے نوازا جاتا اور واہ واہ کے ساتھ اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ اس موقع پر دولہا کی طرف سے آئی ہوئی باراتی عورتیں خوشی کا مظاہرہ کرتی اور اس طرح اپنے بھائیوں کیلئے قصیدہ گوئی کرتیں۔

"دوبیر اتنبو کے دُو" اسی ڈارہ بٹہ دروے ہن "25

یعنی! اے "دلہن والو تم ایک اور تمبک گاڑھ دو اس سے ہمارے بھائیوں کو کوئی فرق نہیں

پڑنے والا کیونکہ ہمارے سارے بھائی (باراتی) مشہور نشانہ باز اور شکاری ہیں۔

اسلام کے کتبہ نظر میں رسم تمبک کے متعلق ہمیں کوئی ایسی رسم نہیں ملتی لہذا یہ رسم غیر شرعی ہے اس لیے کہ رسم تمبک میں بہت سارے مفاسدات ہیں جس کی بنا پر یہ رسم شریعت کے مخالف ہے اور اس رسم میں دولہا اور باراتیوں

کو بلا وجہ مجبور کر دیا جاتا ہے۔ وگرنہ نشانہ بازی ناجائز نہیں ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ أَرْضُنَّ، وَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ، فَلَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يُلْهُوَ بِأَسْهُمِهِ"<sup>26</sup>

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ چند روز میں کئی ممالک تمہارے ہاتھ پر فتح ہوں گے اور

اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے پھر کوئی تم میں سے کوئی اپنے تیر کا کھیل نہ چھوڑے۔

البتہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ شادی میں ایسی رسمیں اور خرافات کو لازمی سمجھنا درست نہیں ہے، لہذا ان جیسی خرافات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

**مہندی کے بعد سالی کی طرف سے کی جانے والی رسومات:**

دلہن کے گھر دو لہے کے لیے صوفے پر بیٹھنے کی جگہ بنائی جاتی ہے جب دولہا دلہن کے گھر جاتا ہے تو سب سے پہلے سالیوں دو لہے کو صوفے پر بیٹھنے نہیں دیتی جب تک دو لہے سے پیسے نہ بٹوریں۔ اس کے بعد سالیوں دو لہے کو منہ مانگی رقم لیتی ہیں اور گھڑی پہناتی ہیں پھر پیسے لیتی ہیں۔ اسی طرح دلہن کو جب گھر سے رخصت کرنے کے لیے نکالنے لگتے ہیں اس وقت ایک سالی دروازے پر دلہن کو روک لیتی ہے جب تک دو لہے والے اس کو پیسے نہیں دیتے وہ دروازے سے نہیں ہٹتی ہے۔ اس کے علاوہ دلہا کے جوتے چھپائی جاتے ہیں جب تک منہ مانگے رقم دلہا ادا نہیں کرتا جوتے نہیں دیئے جاتے ہیں۔ سروے کے دوران ایک اور رسم سے بھی آگاہی ہو گئی، جو کہ ضلع گلگت میں پہلے زمانے میں موجود نہ تھی۔ فی الحال لوگوں کے درمیان یہ رسم آہستہ آہستہ متعارف ہوتی جا رہی ہے، وہ یہ کہ نکاح کے بعد جیسا کہ گلگت والوں کا رواج ہے کہ کھانے سے پہلے تمام مہمانوں کا ہاتھ دھلایا جاتا ہے۔ جب دلہا کی باری آتی ہے تو ہاتھ دھلانے والا بندہ برتن جسے مقامی زبان میں چلچلی کہا جاتا ہے وہ آگے کرتا ہے اور صابن سے ہاتھ دھونے کے لیے صابن دلہا کو دیتا ہے۔ ہاتھوں میں صابن لگوانے کے بعد جب تک دولہا سے منہ مانگی رقم وصول نہ کرے وہ بندہ پانی نہیں ڈالتا، اس لیے مجبوراً دلہا کو رقم دے کر ہی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

مذکرہ بالا رسومات کی ادائیگی پر دولہا سے زبردستی پیسے لینا ناجائز ہے اس کے علاوہ دولہا کو خواتین کے درمیان یہ رسومات پوری کرنے پڑتے ہیں، چونکہ شریعت میں سالیوں سے بھی پردے کا حکم ہے۔ لہذا ان تمام قسم کی رسومات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر دولہا خوشی و رضامندی سے پیسے دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بغیر طیب نفس کے کسی کا مال لینا جائز نہیں ہے۔ ہاتھ دھولائے رسم کے جو پیسے لئے جاتے ہیں اس کے متعلق اگر اسلامی تعلیمات کو جانچا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے کے وقت ہاتھ دھونا سنت ہے لیکن ہاتھ دھلانے والا اس نیت سے ہاتھ

دھولائے کہ اس سے ان کی علاقائی رسم بھی برقرار رہے اور بغیر رضامندی کے دولہا سے پیسے بھی بٹورنے کا ارادہ ہو تو اس صورت میں نہ تو ہاتھ دھولا ناست ہو گا، نہ یہ پیسے لینا جائز ہو گا۔ بعض لوگ شادی بیاہ کے موقع پر دولہا کے جوتے اٹھا کر منہ مانگی رقم وصول کرتے ہے جو جبراً مال لینے کے حکم میں آتا ہے اس لیے اس رسم (جوتے چھپا کر پیسے لینے) سے اجتناب کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِمَرْءٍ أَنْ يَأْخُذَ عَصَا أَخِيهِ بِغَيْرِ طَبِيبٍ نَفْسِهِ، وَذَلِكَ لِشِدَّةِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَالَ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ" <sup>27</sup>

کسی شخص کے لئے اپنے کسی بھائی کی لاٹھی بھی اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال حرام قرار دیا ہے۔

شادی و نکاح نام ہی سنت نبوی ﷺ کا بجالانا ہے اس لیے اس سنت مبارکہ کی انجام دہی میں ایسے طریقے اختیار کرنا جن سے آپ ﷺ نے منع کیا ہو، شریعت کے آدھے حصے کو ماننے اور آدھے حصے کے انکار کرنے کے برابر ہے۔  
دلہن کو ڈولی میں لے جانا:

پرانے وقتوں میں گاڑی کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے دلہن کو پیادل اٹھا کر ڈولی میں رکھا جاتا اور اس کے اوپر سرخ اوڑھنی ڈالی جاتی، اور پھر دلہن کو قرآن کے سائے میں لاکر گاڑی میں بٹھایا جاتا ہے اور جب دلہن اپنے نئے گھر پہنچتی ہے تو اس وقت بھی قرآن کے سائے میں لاکر کمرے میں بٹھایا جاتا ہے۔ اب چونکہ سڑکوں اور گاڑیوں کی بدولت یہ رسم ختم ہو گئی ہے۔ جس کی بنا پر آج کل دلہن کو پھولوں وغیرہ سے سجائی ہوئی کار پر بٹھا کر رخصت کیا جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ کی رو سے عورتوں کے لیے ڈولی کا استعمال جائز ہے بلکہ اس میں پردے کا اہتمام باقی حالات سے زیادہ بہتر طریقے میں ہوتا ہے، ڈولی سے متعلق دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی "کے میں درج ہے کہ ازواج مطہرات سفر میں ہودج کا استعمال کرتی تھیں۔ اسی ہودج سے ہی ڈولی کی اصل نکلتی ہے۔ مگر شادی کے مواقع کو ہی خاص کر کے ڈولی کا استعمال لازمی قرار دینا درست نہیں ہے اور اگر اسے باعث ثواب یا سنت سمجھ کر استعمال کیا گیا تو یہ بدعت کے زمرے میں داخل ہو گا۔ گویا کہ عام حالات کے علاوہ شادی بیاہ میں اس کے استعمال کو لازمی قرار دینے سے اجتناب کیا جائے۔ <sup>28</sup>

شادی کے مواقع پر دلہن کو قرآن کے سائے میں رخصت کیا جاتا ہے جو کہ قرآن مجید کے ساتھ محبت کا اظہار ہونے کی وجہ سے ممنوع تو نہیں کہا جاسکتا لیکن ناپسندیدہ ضرور ہے چونکہ اس طرح سے رخصتی ایک ریاکارانہ رسم بن چکی

ہے اس طرح کی غیر شرعی رسوم میں قرآن کے اصل مقام کو گرا دینے کے مترادف ہے قرآن کے سایہ میں لے جانے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے یہ صرف ایک دنیوی رسم ہے۔

**درپوڑائی (ساس کا دلہن کو تحفہ دینا):**

دلہن کو جب ڈولی سے نکالا جاتا ہے اور جب باراتی دروازے پر پہنچتے ہیں تو دلہن چوکھٹ پکڑ لیتی ہے اور اس وقت تک پکڑے رکھتی ہے جب تک دلہن کی ساس اس کیلئے کچھ دینے کا اعلان نہ کرے۔ ایسے موقع پر ساس اپنی بہو کے لیے گائے، بھینس، مکان یا زمین کا اعلان کرتی ہے اور کبھی کبھی تو سب کچھ دلہن کو دینے کا اعلان کیا جاتا ہے۔<sup>29</sup>

شریعت مطہرہ میں زور زبردستی نہیں ہے۔ اپنی مرضی سے کسی کو ہدیہ یا تحفہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی ممنوع ہے بلکہ ہدیہ دینا ایک مستحسن امر ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

"لَوْ دُعِيْتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ".<sup>30</sup>

ترجمہ: اگر مجھے بکری کے کھر کی دعوت دی جائے تو میں اسے بھی قبول کروں گا اور اگر

مجھے وہ کھر بھی ہدیہ میں دیئے جائیں تو میں قبول کروں گا۔

معلوم ہوا کہ مذکورہ رسم (دلہن کا جب تک تحفے میں کوئی بڑی چیز نہ دی جائے اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہونا) میں زبردستی تحفہ لینا جائز نہیں۔

**کسمن دیور کو دلہن کے گود میں ڈالنا:**

دلہا کے گھر پہنچ کر دلہن قرآن پڑھ لیتی ہے تو اس کے بعد دیور کو دلہن کی گود میں ڈالا جاتا ہے اور وہ دلہن سے رقم وصول کرتا ہے۔ اگر دیور کی عمر زیادہ ہو تو دیور کی جگہ کسی رشتہ دار چھوٹے بچے کو گود میں بٹھایا جاتا ہے۔ یہ رسم اس لیے ادا کی جاتی ہے کہ سب سے پہلے جو بچہ پیدا ہو گا وہ بیٹا پیدا ہو گا۔

یہ رسم شرعی لحاظ سے غیر مستحسن امر ہے کہ دیور کو دلہن کے گود میں بٹھایا جانا اور پھر وہ دلہن سے زبردستی رقم وصول کرتا ہے۔ بعض جگہوں پر اگر دیور موجود نہ ہو تو دلہا کا کزن یا پھر کوئی دوسرا بچہ دیور بن کر دلہن سے پیسے وصول کرتا ہے چونکہ یہ پیسے بغیر رضامندی کے لئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کے سامنے رسم پوری نہ کرنے سے بے عزتی نہ ہو۔ اس لئے شریعت مطہرہ میں ان تمام تر رسومات کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا گیا۔<sup>31</sup>

**دعوت ولیمہ:**

ڈولی کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں کی فوراً خوب خاطر مدارت کی جاتی ہے۔ اس دعوت کو مقامی (شنا) زبان میں "گرئی نکلی" کہا جاتا ہے۔ دیہاتوں میں اب بھی کھانے کا نظام سادہ ہوتا ہے اور کھانے میں گھی اور گوشت وافر مقدار میں دیا

جاتا ہے اور مکتی والی روٹی کے ساتھ دیسی لسی کا رواج بھی موجود ہے لیکن دیہاتوں میں کچھ جگہوں پر آج کل کھانے میں ہر قسم کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں۔<sup>32</sup> آج کل ضلع گلگت میں بھی رات کے وقت ولیمہ رکھنے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ آج کل ولیمہ میں تصاویر لینا اور مووی بنانے کا رواج بھی عام ہو چکا ہے جبکہ یہ رواج پہلے نہیں تھا۔<sup>33</sup>

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

"الْوَلِيمَةُ أَوَّلُ يَوْمٍ حَقٌّ، وَالثَّانِي مَعْرُوفٌ، وَالثَّلَاثُ رِيَاءٌ وَسُمْعَةٌ"<sup>34</sup>

ترجمہ: پہلے دن ولیمہ کرنا حق ضروری ہے اور دوسرے دن ولیمہ کرنا نیکی ہے جبکہ تیسرے

دن ریاکاری اور شہرت ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ولیمہ کرنا درست ہے لیکن دعوت والے کھانے کو بُرا نہیں کہنا چاہیے لہذا ولیمہ دینے والے پر ناراض بھی نہیں ہونا چاہیے کہ معمولی سا کھانا کھلایا۔ اسلامی تعلیمات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد دیر تک بیٹھنا درست نہیں جبکہ رات کے وقت ولیمے کے پروگرامات رکھے جاتے ہیں جو کہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہے جہاں تک بات تصاویر اور مووی بنانے کی ہے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ"<sup>35</sup>

ترجمہ: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصاویر بنانے والوں کو ہو گا۔

**میٹھی چیز کی پکائی:**

رخصتی کے بعد سسرال کے گھر میں کام کاج شروع کرنے سے پہلے دلہن سے کوئی میٹھی چیز بنوائی جاتی ہے جیسے: کھیر، رس ملائی یا حلوہ وغیرہ اور یہ میٹھا کھانے والے اس برتن میں کچھ پیسے بھی ڈالتے ہیں۔ اکثر عورتیں دلہن کو یہ نصیحت کرتی ہیں کہ وہ سسرال میں جا کر پہلے چولہے کا کام نہ کرے کیونکہ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ ساری عمر آگ یعنی چولہے پر ہی رہے گی۔ دلہن کو پہلے کپڑے دھونے یا اس طرح کا کوئی کام کرنے کیلئے کہا جاتا ہے۔

شریعت کی رو سے دلہن کچھ بھی پکا سکتی ہے، چاہے میٹھا پکائے یا کچھ اور البتہ ان چیزوں کو لازمی سمجھنا یا بدشگونئی کا خیال کر کے اس کو آگ سے دور رکھنا کہ وہ ساری عمر آگ پر رہے گی شرعاً ممنوع ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"لَا عَذْوَى وَلَا صَفَرٌ وَلَا هَامَةٌ"<sup>36</sup>

ترجمہ: بیماری لگنے کی کوئی حقیقت نہیں، بدشگونئی، صفر اور ہامہ کی کوئی اصل نہیں ہے۔

**کلیک ملیک (جھیز):**

پُرانے زمانے میں لڑکے کے والدین کی طرف سے ملنے والی تمام اشیاء کلیک ملیک کہلاتے تھے۔ یہ تمام اشیاء دلہن کی ملکیت میں دی جاتیں اور ان کا حساب کتاب بھی رکھا جاتا۔ اُس دور میں والدین کی طرف سے ملنے والی اشیاء میں لوٹا، پیالہ، چمٹا، بالٹی، دیگچہ، ڈوئی، بستر، تو او غیرہ دیئے جاتیں۔ ان تمام اشیاء کا بیٹی کے ساتھ دینے کا مقصد یہ ہوتا کہ بیٹی سسرال کے گھر میں یہ تمام اشیاء کے استعمال میں خود کفیل ہو۔ خدا نخواستہ اگر کسی وجہ سے جدائی ہو تو عورت اپنی ایک ایک چیز حساب کر کے واپس لیتی اور یہ تمام تر معاملات بھی کلیک ملیک کا ہی حصہ تصور کئے جاتے تھے۔ شنا زبان میں ایک اصطلاح گھرنو کی موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام تر اخراجات جو لڑکی والوں کو لڑکے کی طرف سے دیئے جاتے ہیں جس میں سے گھی، آٹا، مرچ، مصالحہ، چاول، لکڑی، لڑکی کے کپڑے، زیورات وغیرہ اس کے علاوہ لڑکی کے باپ کو لٹھا اور مختلف اوزان میں طلا داد کیا جاتا۔ اس کو مقامی لوگ ثب (جہیز) کے زمرے میں خیال کرتے۔<sup>37</sup>

ہمارے یہاں کا مروجہ جہیز سے معاشرت اور معیشت دونوں طرح کی خرابیاں لازم آتی ہے۔ مسند احمد کی جہیز سے متعلق احادیث پر احمد الرحمن البنا الساعاتی نے عنوان قائم کیا ہے باب ماجاء فی لجہاز اس باب کے تحت احادیث ذکر کرنے کے بعد ہمارے معاشرے میں موجود جہیز کی سچی تصویر کشی کی ہے۔

فرماتے ہیں کہ: "ہمارے زمانے کے لوگ جہیز کے معاملات میں ایسے فضول خرچی اور اسراف میں پڑ جاتے ہیں کہ شریعت مطہرہ میں ایسے بے جا خرچے کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان رسومات کا مقصد صرف اور صرف انسان کا اپنی بڑائی ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ فقراء اور غرباء کو اس رسم کی وجہ سے اپنے گھر کا سارا سامان تک بھیجنا پڑتا ہے، اور قرض کا بار بھی اٹھانا پڑ جائے تو مجبوراً وہ لوگ یہ بار اٹھانا بھی پسند کریں گے لیکن جہیز کا بندوبست کسی نہ کسی طرح کریں گے حالانکہ اس طرح جہیز کا سامان دینا شریعت میں ناجائز ہی نہیں بلکہ حرام فعل ہے۔"<sup>38</sup>

مہر سے متعلق رسومات:

مہر عورت کا حق ہے اور یہ حق عورت کو ضلع گلگت میں دیا جاتا ہے۔ یہاں مہر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، رخصتی سے پہلے اور بعد میں یعنی مہر معجل اور مہر موجل لیکن ہمارے معاشرے میں مہر کے اس دوسرے حصے کا خیال نہیں رکھا جاتا اور مرد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح عورت سے یہ مہر معاف کرا لے۔ اگر عورت یہ مہر معاف نہ کرے تو بھی اس کی ادائیگی لازمی نہیں سمجھی جاتی۔ ضلع گلگت میں پہلے زمانے میں مہر کی رقم بہت معمولی

ہوتی تھی۔ اکثر بتیس یا پینتیس روپے کا رواج تھا اب مہر کی رقم میں اضافہ ہو گیا ہے۔ دواڑھائی لاکھ سے اوپر بھی مہر باندھا جاتا ہے بہر حال مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں لوگ اپنی مرضی سے مہر باندھتے ہیں۔<sup>39</sup>  
مہر عورت کا شرعی حق ہے۔ عورتوں سے مہر معاف کروانے کا رواج درست نہیں ہے اس کی اصلاح ضروری ہے۔ مہر کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مِمَّا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْلِفِينَ﴾<sup>40</sup>

ترجمہ: اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں تاکہ تم اپنے اموال کے ذریعے نکاح کرو پاک دامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے۔

مہر بیوی کو ادا کرنا مرد پر لازمی ہوتا ہے۔ اس کی ادائیگی کے اندر ایک ایسی لطافت ہے جو میاں بیوی کے لیے ایک نئی زندگی کے آغاز کے لیے دلوں میں ایک دوسروں کی محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے بشرطیکہ مہر وسعت اور حیثیت کے مطابق رکھا گیا ہو۔ مہر ہر صورت میں دینا ضروری ہے اور عورت کو اس سے محروم کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"إِنَّ أَكْبَرَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَوْنَةً"<sup>41</sup>

ترجمہ: سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں اخراجات کم ہوں۔

معلوم ہوا کہ اسلامی نکاح وہ کہلائے گا جس کا خرچ کم سے کم ہو، نہایت سادگی سے انجام دیا جائے اور جس نکاح میں بے جمال خرچ کیا جائے اس میں برکت نہ ہوگی۔

**گلگت میں رائج شادی بیاہ کی کچھ شرعی رسومات:**

1. لڑکا اور لڑکی کی رضامندی
2. نکاح سے پہلے لڑکی دیکھنا
3. خطبہ نکاح، کلمات ایجاب و قبول اور گواہ
4. نکاح کا مساجد میں ہونا
5. دلہن کو ڈولی میں لے جانا
6. دعوت ولیمہ
7. مہر کا تعین
8. شادی کے بعد دلہن کے گھر والوں کی طرف سے دعوتوں کا اہتمام

## ضلع گلگت میں شادی بیاہ کی چند غیر شرعی رسومات:

1. رشتہ کرتے وقت ذات و برادری میں تفریق کرنا
2. رشتہ کے لیے تحریک لڑکے والوں پر لازمی سمجھنا
3. رشتہ دینے سے پہلے لڑکے کو آزمائش میں ڈالنا
4. رشتہ طلب کرتے وقت لڑکی کی آزمائش
5. محرم کے مہینے میں شادی کو ناجائز سمجھنا
6. توارکھنے کی رسم اور ناچ گانے کا رواج
7. مہندی کے بعد سالی کی طرف سے ادا کی جانے والی رسومات
8. جہیز میں استطاعت سے زیادہ مال دینا
9. مہر مؤجل باقاعدگی سے ادا نہ کرنا

## نتائج بحث :

- ❖ معاشرے کی ابتدا و ارتقاء کے ساتھ ہی مختلف قسم کی رسم و رواج بھی وجود میں آتے ہیں اور انسان کی ضرورتوں میں بڑھتی تبدیلی کے ساتھ ہی رسم و رواج میں بھی تبدیلیاں آنے لگتی ہے۔
- ❖ انسان کو عرف پر عمل کرنے سے اسلام نہیں روکتا ہے لیکن وہ عمل قرآن و سنت کے مطابق ہونا چاہیے نہ کہ مخالف ہو۔
- ❖ ضلع گلگت بلتستان میں رشتہ طے کرتے وقت ذات و برادری اور خاندان کو دیکھا جاتا ہے، اس کے علاوہ والدین کی رضامندی بھی ضروری سمجھی جاتی ہے۔
- ❖ ضلع گلگت بلتستان کی شادی بیاہ میں کچھ ایسی رسومات بھی پائی جاتی ہیں جو کہ اسلام کے منافی ہے لیکن ان پر عمل کرنے سے آپس میں محبت اور الفت بڑھ جاتی ہیں اور یہ رسومات معاشرے کے لیے نقصان دہ بھی نہیں ہیں۔
- ❖ کچھ رسومات ایسی بھی موجود ہیں جس میں دکھلاوا، فضول خرچی، تفاخر اور نمود و نمائش شامل ہیں۔ ان تمام رسومات و خرافات کو آہستہ آہستہ معاشرے سے نکالنا چاہیے۔
- ❖ غیر ضروری رسومات کو اپنانے کی وجہ سے لوگوں کو اخلاقی بیماریوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کے باوجود لوگ ان رسومات کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

سفارشات:

1. شادی بیاہ کے مواقع پر اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے تاکہ لوگ اسلامی تعلیمات سے مکمل آگاہ رہے اور آسانی سے اس پر عمل کر سکے۔
2. علماء، واعظین اور مبلغین حضرات کو شادی بیاہ میں فضولیات سے بچنا چاہیے تاکہ ان کو دیکھ کر باقی لوگ بھی شادی کے سلسلے میں فضولیات سے اجتناب کریں۔
3. عوام الناس پر ان رسومات کے نتائج واضح کرنے کی ضرورت ہے جو غیر ضروری ہیں۔ لوگوں کے اندر یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ شادی بیاہ کے مواقع پر بے جا خرچ کرنے سے دنیا و آخرت دونوں میں نقصان کا سامنا ہوگا، یہ تب ہو سکتا ہے جب ہم اسلامی تعلیمات کو عام کریں
4. شادی بیاہ کے سلسلے میں غیر ضروری رسومات پر قابو پانے کے لیے حکومت کو چاہیے کہ مناسب قوانین بنائے اور قانون توڑنے والے افراد پر جرمانے کیے جائیں۔
5. سوشل میڈیا کے ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو رسم و رواج کی خرابیوں سے آگاہ کیا جائے تاکہ عوام الناس ان رسومات سے اجتناب کریں۔
6. رسم و رواج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں میں زیادہ تر عورتیں ہوتی ہیں اس لیے غیر شرعی رسومات پر قابو پانے کے لیے عورتوں کی دینی تعلیم و تربیت پر زیادہ زور دینا چاہیے۔

(المواہمات References)

<sup>1</sup> - مولانا شرف علی تھانوی (19 اگست 1853ء تا 4 جولائی 1943ء) ایک مشہور بھارتی دیوبندی حنفی عالم، صوفی، چشتی مرشد اور بیان القرآن اور بہشتی زیور جیسی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ محمد شفیع اوکاڑوی (2 رمضان المبارک 1348ء تا 2 فروری 1929ء) اہلسنت والجماعت کے مشہور عالم دین اور سیاستدان تھے، جنہوں نے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں متعدد ممالک کا سفر اختیار کیا اور کئی دینی کتب کے مصنف بھی تھے۔

<sup>2</sup> - الأحزاب: 21

Al-Ahzaab: 21

<sup>3</sup> - مسلم، الجامع الصحيح، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261ھ) المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت، حديث نمبر 867، ج 2، ص 592

Muslim, Al-Jaami Al-Sahih, Muslim bin Al-Hajjaj Abu Al-Hasan Al-Qashiri Al-Nisaburi (died: 261 AH) Al-Muhaqiq Muhammad Fawad Abd al-Baqi, Publisher: Dar Ihyaa Al-Tarath Al-Arabi Beirut Hadith No. 867, Vol. 2, p. 592

<sup>4</sup> - افريقي، ابن منظور، لسان العرب (بيروت: دار صادر، الطبعة: الثالثة - 1414ھ) ج: 12، ص: 241

Afriki Ibn Manzoor, The Language of Arabs (Beirut: Dar Sadr, 3rd edition - 1414 AH), Volume: 12, Page: 241

<sup>5</sup> - ايضا

Ibid

<sup>6</sup> - ايضا

Ibid

<sup>7</sup> - ايضا

Ibid

<sup>8</sup> - محمد بن يعقوب، القاموس المحيط، (بيروت مؤسسه الرسالة، الطبعة الثانية، 1407ھ-1987م) 231/3

Muhammad bin Yaqoob Al-Qamoos Al-Muheet, Beirut Musaisa Al-Risalah, second edition, 1407(1987 AH), 231/3

<sup>9</sup> - فيروز الدين، مولوی فیروز اللغات، (لاہور فیروز سنز لمیٹڈ طبع سوم 1983ء) ص 646

Ferozeuddin, Maulawi, Feroze Al-Lughat Lahore) Feroze Sons Limited Third Edition 1983) p. 646

<sup>10</sup> - رزاقی، شاہد حسین، پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج، پبلشرز: ثقافت اسلامیہ لاہور، سن اشاعت: 1965ء، ص: 20

Razaqi, Shahid Hussain, Pakistani Muslim Customs and Traditions, Publishers: Kultur Islamiya Lahore, year of publication: 1965, p: 20

<sup>11</sup> - الرعد: 38

Al-Raad: 38

<sup>12</sup> - النساء: 24

Al-Nisaa: 24

<sup>13</sup> - بیہقی، شعب الإيمان، باب فی النکاح لما فیہ من العون علی حفظ الفرج، حدیث نمبر: 5386، 382/4

Bayhaqi, Shab al-Iman, chapter fi-al-nikah for the protection of al-Faraj, Hadith No.: 382/4.5386

<sup>14</sup> - مترجم ظفر حیات پال، ضلع گلگت کے قبائلی رسم و رواج: پبلیشرز: تاپا سنز پرنٹرز لاہور، سن اشاعت: 2010ء، ص 47

Translated by Zafar Hayat Pal, Tribal customs and customs of Gilgit district, Publishers: Taya Sons Printers Lahore, Publication year: 2010 p. 47

<sup>15</sup> - الحجرات: 13

Al-Hujraat: 13

<sup>16</sup> - سنن النسائي، عرض المرأة نفسها على من ترضى، حدیث نمبر 5341، 167/7

Sunan al-Nasai, the woman's request is on her own accord, Hadith Numb 5341, 167/7

<sup>17</sup> - بیہقی، شعب الإيمان باب الستون من شعب الإيمان، حدیث نمبر 8666، 401/6

Bayhaqi, Shub Al-Iman Chapter Al-Stoon Min Shub Al-Iman, Hadith No. 8666, 401/6

<sup>18</sup> - ثقافتی انسائیکلو پیڈیا آف پاکستان (شمالی علاقہ جات، سلسلہ قراقرم، ہمالیہ، ہندوکش)، پبلشرز: لوک ورثہ اسلام آباد، سن اشاعت 2004ء، ص 96

Cultural Encyclopedia of Pakistan (Northern Regions, Karakoram Range, Himalayas, HinduKash), Publishers, Louk Heritage Islamabad, publication year 2004, p. 96

<sup>19</sup> - بذریعہ سروے معلوم کیا گیا ہے۔

As determined by the survey.

<sup>20</sup> - ثقافتی انسائیکلو پیڈیا آف پاکستان (شمالی علاقہ جات، سلسلہ قراقرم، ہمالیہ، ہندوکش)، ص 91

Cultural Encyclopedia of Pakistan (Northern Regions, Karakoram Himalayas, HinduKash), p. 91

<sup>21</sup> - فتویٰ نمبر 144001200535، دارالافتاء: بنوری ٹاؤن کراچی

Fatwa No. 144001200535, Darul Ifta: Banori Town Karachi

<sup>22</sup> - بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ الجامع الصحیح المختصر، (بیروت، دار بن کثیر، العامۃ، 1987م)، حدیث نمبر 5754، ج 7، ص 135

Bukhari, Muhammad bin Ismail Abu Abdullah Al-Jaami Al-Saheeh Al-Mukhatsar, Beirut, Dar bin Kathir, Al-Aamah, 1987), Hadith No. 5754, Vol. 7, p. 135

<sup>23</sup> - صحیح بخاری، حدیث نمبر 568، ج 1، ص 118

Sahih Bukhari, Hadith No. 568, vol. 1, p. 118

<sup>24</sup> - طبقات ابن سعد، جلد 1، ص 89

Tabaqat Ibn Saad, Volume 1, p. 89

<sup>25</sup> - ثقافتی انسائیکلو پیڈیا آف پاکستان، ص 89

Cultural Encyclopedia of Pakistan, p. 89

<sup>26</sup> - صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ و ذم من علمہ ثم نسیہ، حدیث نمبر 1918، ج 3، ص 1522

Sahih Muslim, Kitab al-Imara, Chapter Fazl al-Rumi wal-Hath alaihi and wadham min ilmihi summa Nasiya, Hadith No. 1918, vol. 3, p. 1522

<sup>27</sup> - شعب الایمان، حدیث نمبر 5106، ج 7، ص 347

Shab Al-Iman Hadith No. 5106, vol. 7, p. 347

28 - <https://www.banuri.edu.pk/readquestion> dated : 20/06/2022/

<sup>29</sup> - بذریعہ سروے معلوم کیا گیا ہے۔

As determined by the survey.

<sup>30</sup> - بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ الجامع الصحیح المختصر، حدیث نمبر 5178، ج 7، ص 25

Bukhari, Muhammad Bin Ismail Abu Abd ul Allah Al-Jaami Al-Saheeh Al-Mukhatsar, Hadith No. 5178, Vol. 7, P. 25

<sup>31</sup> - محمد عبد منیب، شادی کی رسومات (دعوتیں اور ان میں شرکت) پبلیشرز: مشربہ علم و حکمت کامران پارک منصورہ ملتان روڈ ڈلا ہور

سن اشاعت: 2012ء، ص 28

Muhammad Abd Munib wedding rituals, invitations and participation in them) Publishers: Mashrabah Ilm and Hikmat Kamran Park Mansoorah Multan Road Lahore, Year of publication: 2012, p. 28

<sup>32</sup>۔ ثقافتی انسائیکلو پیڈیا آف پاکستان، ص 94

Cultural Encyclopedia of Pakistan, 2004, p. 94

<sup>33</sup>۔ ام عبد منیب، ولیمہ ایک مسنون دعوت، ص 40

Umme Abd Munib, Walima Ek Masnoon Dawat, p. 40

<sup>34</sup>۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1915، 3 / 103

Sunan Ibn Majah, Hadith No. 1915, 3/103

<sup>35</sup>۔ السنن الکبریٰ، النسائی، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303 هـ) والناشر: مؤسسة الرسالة بيروت الطبعة: الأولى، 2001 م، حدیث نمبر 9709، 461/8

Sunan Al-Kubara Al-Nasa'i, Abu Abd Al-Rahman Ahmad bin Shuaib bin Ali Al-Khorasani, Al-Nasa'i (deceased: (303 AH) Publisher: Est. Al-Risalah Beirut, first edition, 2001 AD, Hadith No. 9709, 461/8

<sup>36</sup>۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لا عدوی ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، حدیث نمبر 1742 / 4، 2220

Sahih Muslim, Kitab al-Salam, Chapter La Adwi, Wala Taira, Wala Hamma, Wala Safar, Hadith No. 2220, 1742/4 .

<sup>37</sup>۔ خطہ قراقرم (زبانیں اور معاشرے)، پروفیسر عثمان علی بیلشیرز: زاہد علی شیخ پرنٹرز لاہور، سن اشاعت: 1996ء ص 113

Karakoram Region (Languages and Societies) Prof. Usman Ali, Publishers Zahid Ali Shaikh printers lahore, Year of Publication: 1996 p. 113

<sup>38</sup>۔ الفتح الرباني لتزئیب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيباني ومعه بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني، أحمد بن عبد

الرحمن بن محمد البنا الساعاتي (المتوفى: 1378 هـ)، دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الثانية، فتح الرباني، 177/16

Al-Fath al-Rabani according to Musnad al-Imam Ahmad bin Hanbal al-Shaybani and with him the maturity of Amani Min Asrar al-Fath al-Rabani, Ahmed bin Abd al-Rahman bin Muhammad al-Banna al-Saati (died: 1378 AH) Dar Ihyaya al-Trath al-Arabi, second edition Fatah al-Rabani 177/16

<sup>39</sup>۔ مترجم ظفر حیات پال، ضلع گلگت کے قبائلی رسم و رواج پبلشرز: تاپا سنز پرنٹرز لاہور، سن اشاعت: 2010ء، ص 117

Translated by Zafar Hayat Pal, Tribal Customs and traditions of Gilgit District, Publishers: Taya Sons Printers Lahore, Year of Publication: 2010 p. 117

<sup>40</sup>۔ النساء: 24

Al-Nisaa: 24

<sup>41</sup>۔ مشکاة المصابيح، محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741 هـ)، المحقق:

محمد ناصر الدين الألباني، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985، حدیث نمبر 3097، 930/2

Mishkaat al-Mashabi Muhammad bin Abdullah al-Khatib Al-Omari Abu Abdullah, Wali al-Din al-Tabrizi (died: 741 AH) al-Muhaqiq Muhammad Nasir al-Din al-Albani, Al-Maktab al-Islami Beirut, third edition, 1985, hadith no. 3097, 930/2